مولانا نور عالم خلیل امینی *

عراق میں شکست' مگر کس کی؟

بغداد کے سقوط اور بدکار و بدکردار امریکیوں اور برطانویوں کے سامنے عراق کے پسپا ہو جانے کا صدمہ ناقابل بیان حد تک دل دوز تھا اور ہے۔ ساری امت مسلمہ کو دنیا کے کونے کونے میں' اس کی وجہ سے جو رنج و غم لاحق ہوا اور جس قلبی اذیت اور ذہنی کرب کا احساس ہوا' اس کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ یہ غم اور احساسِ الم اس امت کے لئے قدرتی بات ہے' جس کو خدائے بزرگ و برتر نے احساس عزت اور خودداری و حمیت کے بے پایاں دولت سے نوازا ہے۔ یہ معززانہ احساس خدائے لم یزل کے اس برتر اور بہترین دین کا فیضان ہے' جس کو خدا تعالیٰ نے سربلندی کے لئے نازل کیا ہے' شکست و ریخت' مغلوبیت اور ناکامی اس کی فطرت کے یکسر خلاف ہے۔

سقوطِ عراق کا المیہ' صرف مسلم عوام ہی کے لئے باعث حزن و ملال نہیں' بلکہ مسلمانوں کے طبقہ خواص کو عام لوگوں سے زیادہ دکھ ہوا ہے۔ یعنی علماء دعاۃ' مفکرین' اور اسلام اور مسلمانوں کے معاملات سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے تو یہ غم اور بھی دل گداز اور جگر کوش کرنے والا ثابت ہوا ہے' آپ اندازہ نہیں کر سکتے کہ لکھے پڑھے باشعور مسلم طبقے کا حال اس سے کتنا برا ہوا ہے اور ان کے قلبی سکون' کام کرنے کی فرصت' سوچنے کی طاقت' لکھنے پڑھنے کی صلاحیت اور زندگی کے مختلف گوشوں میں سرگرم سفر رہنے کی ان کی اہلیت کو کس درجہ نقصان پہنچا ہے' کیونکہ یہ تنہا عراق پر قبضے کا معاملہ نہیں کہ وہ اپنے زخم جگر کو کسی طرح سی لیں اور اپنے دل کی رفوگری کا انتظام کر لیں' بلکہ یہ سارے خطے پر قبضے سے عبارت اور ساری امت کو غلام بنا لینے کے مترادف ہے۔ یہ قبضہ برسوں کی منصوبہ بندی اور صیہونیوں اور صلیبیوں کی عرصے سے تیار کی جا رہی اسکیم کا نتیجہ ہے۔ اس قبضے کے ذریعے مخصوص وصیہونی و صلیبی اہداف کو بہ روئے کار لائے جانے کا مسئلہ اور اس کی خطرناکی' امتِ مسلمہ کے چیدہ افراد کی نیند اڑائے دے رہی ہے۔ اس بھیانک منصوبے کے دوررس نتائج کو وہ سوچ سوچ کر مرے جا رہے ہیں کہ خدانخواستہ مسلمانوں کے وہ بدترین دن شاید آ چکے ہیں' جن کا انکی بداعمالیوں کی وجہ سے عرصے سے اندیشہ تھا۔

لیکن موجودہ المیہ اور دیگر حوالوں سے' یہ سوچ کر غم و الم کی کیفیت میں کسی نہ کسی درجے میں کمی ضرور واقع ہوتی ہے کہ زخم خواہ کتنا گہرا ہو' خون کی کتنی ہی مقدار اس سے کیوں نہ رس جائے' بہ حیثیت مجموعی امت کے لئے جان لیوا

---

* مدیر "الداعی" عربی۔ واستاذ ادب عربی' دارالعلوم دیوبند' انڈیا

ہرگز نہ ہوگا۔ نیز قادرِ مطلب اور حکمت وعلم والے خدا کی مرضی سے زخم کی گیرائی وگہرائی من حیث المجموع امت کے لئے بہ ہرصورت ایسی مایوس کن نہ ہوگی کہ کام کا حوصلہ' تاریخ رقم کرنے کا اس کا تسلسل موقوف ہوجائے اور پیہم کارناموں کی انجام دہی کی اس کی معجزانہ صلاحیت کو گھن لگ جائے اور اقوام وامم پر اس کی اخلاقی' اجتماعی' علمی' ثقافتی' تہذیبی اور انسانی برتری کے تاریخی رفتار میں بالکلیہ رخنہ واقع ہوجائے۔ مصائب کا طوفان' آزمائشوں کی آندھی' اور شدید زلزلوں کی کیفیت' امت کی اندرونی معنوی دفاعی طاقت کو نہ صرف جگاتی ہے بلکہ اس کے افراد کے اندر دین کی طرف بازروی کی طاقتور تحریک پیدا کرتی ہے۔ آزمائشیں جس درجہ شدید ہوتی ہیں' اسی درجہ ان سے ''چیلنج'' (Challenge) کیفیت رونما ہوتی ہے۔ چیلنج کا مزاج یہ ہے کہ وہ نہ صرف اونگھتے کو ہوشیار بلکہ انتہائی خراٹے کی نیند سونے والے کو بیدار کردیتا ہے' انسانی جسم میں بلا کی قوتِ مدافعت ابھار کے' انسان کو جوش وجذبے' خوداعتمادی اور حوصلے کے ساتھ آگے بڑھنے پر آمادہ کردیتا اور اپنی ذات کے حوالے سے کسی بھی خطرے سے نبرد آزما ہونے کا یارا عطا کرتا ہے۔ اس کو یوں سمجھئے کہ جیسے کوئی شیخ فانی بسترِ مرگ پر پڑا کراہ رہا ہو۔ اس کے دست وبازو میں نوالہ توڑنے' گلاس کا پانی اٹھا کے منہ تک لے جانے کی طاقت نہ ہو' اچانک اس کو ایک عجیب اذیت ناک تجربے سے دوچار ہونا پڑ جائے۔ مثلاً یہ کہ اس کی اکلوتی جواں سال بیٹی تنہا گھر میں ہو' اس کی بوڑھی ذات کے سوا کوئی اور گھر میں اس کا سہارا نہ ہو' اچانک بدکاری کا رسیا کوئی جوان اس کے گھر میں گھس آئے اور اس پر دست درازی کرنے لگے' وہ بوڑھا جو بستر سے اٹھ نہیں سکتا' اس صورتحال کو دیکھتے ہی بستر سے کود پڑتا ہے' اپنے اندر ایک خرقِ عادت محسوس کرتا ہے' وہ چارپائی کے قریب پڑے ہوئے ایک بوسیدہ ڈنڈے کو اس کے سر پر دے مارتا ہے اور وہ نامراد گرتا پڑتا اس کے گھر سے نکل بھاگتا ہے۔ بوڑھے کو اپنی عزت کی حفاظت اور اپنی سب سے عزیز آبرو کے دفاع کا احساس اس قدر خوشی ومسرت سے لبریز کردیتا ہے کہ وہ اپنی صحت میں غیر معمولی بہتری محسوس کرتا ہے' وہ اسی دن سے چلنے پھرنے لگتا ہے اور کم از کم گھر کی چہار دیواری کے اندر' اس کو کسی سے اپنی ذات کے لئے' کسی مدد کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

اللہ پاک نے اس دین کی حفاظت' اس کے تسلسل' اس کے ہرحال میں بارآور رہنے کی ضمانت دی ہے۔

"انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون" (الحجر۔۹)

ترجمہ: (ہم نے آپ پر اتاری ہے یہ نصیحت اور ہم آپ اس کے نگہبان ہیں۔ ترجمہ شیخ الہندؒ)

دین اور اس کی کتاب کی حفاظت' اس طرح ہوگی کہ دین کے ماننے والے من حیث المجموع باقی رہیں گے' دین کے نمائندے اور دین کی کتاب کی تعلیم پر عمل پیرا رہنے والے بہرصورت ہر آن موجود رہیں گے۔ دین کی حفاظت اہل دین ہی کی بقاء کی شکل میں ہوا کرے گی' لہٰذا یہ دین اپنی حفاظت اور اپنے ماننے والوں کی حفاظت کے حوالے سے ''خودکار'' واقع ہوا ہے' اس لئے کہ یہ رب العالمین کی طرف سے اپنے بندوں کیلئے منتخب کردہ اور پسندیدہ دین ہے۔

امت کو وقتاً فوقتاً جس آزمائش سے دوچار ہونا پڑتا ہے' مصیبت کی جس کٹھن گھڑی سے اس کو گزرنا پڑتا ہے

اور اپنی طویل تاریخ کے دورانیے میں' اس کو جن مکروہات اور جگر خراش واقعات سے دوچار ہونا پڑتا ہے' ان میں اللہ پاک کی بڑی حکمت ہوتی ہے' اگر ہمیں اللہ پر یقین ہے۔ اور ضرور ہے۔ تو ہمیں اس حکمت پر ایمان رکھنا ہوگا۔ حکمت یہ ہے کہ نیک و بد کی پہچان ہو جائے۔ سچے اور جھوٹے کا فرق نمایاں ہو جائے' محض دعوے دار اور واقعی وفادار کی شناخت قائم ہو جائے۔ "احسب الناس ان یترو کوا ان یقولوا آمنا وھم لایفتنون" (العنکبوت/۲)

ترجمہ: (کیا یہ سمجھتے ہیں لوگ کہ چھوٹ جائیں گے اتنا کہہ کر کہ ہم یقین لائے اور ان کی جانچ نہ ہوگی)

نیز یہ کہ امت پر جو بُرا وقت آتا ہے' وہ قرآن پاک کے ارشاد کے مطابق اس افراد کے بُرے کرتوت کی وجہ سے آتا ہے۔ اولادِ آدم کا اپنی قسمت کو بگاڑنے اور اپنے نصیبے کو اجاڑنے کا عمل کیا کچھ کم ہے کہ جو ان کی مصیبت کے وقت' کسی اور سبب کو تلاش کیا جائے؟ ظھر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس لیذیقھم بعض الذی عملوا لعلھم یرجعون" (الروم/۴۱) ترجمہ: (پھیل پڑی ہے خرابی جنگل میں اور دریا میں لوگوں کے ہاتھ کی کمائی سے' چکھانا چاہیے ان کو کچھ مزہ' انکے کام کا' تا کہ وہ پھر آئیں۔)

جب کہ وہ خدائے غفار و رحیم' ہمارے بہت سے گناہوں پر خط عفو پھیرتا اور اپنی شان کریمی سے ہماری طرف سے بے حد و حساب چشم پوشی بھی کرتا رہتا ہے: وما أصابکم من مصیبۃ فبما کسبت أیدیکم ویعفوا عن کثیر (الشوری/۳۰) ترجمہ: (اور جو پڑے تم پر کوئی سختی سو وہ بدلہ ہے اسکا جو کمایا تمہارے ہاتھوں نے اور وہ معاف کرتا ہے بہت سے گناہ)

اسی کے ساتھ یہ بھی ذہن نشین رکھنا ہے۔ جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا کہ ہم جن مصائب و آلام سے دوچار ہوتے ہیں' ان میں خدا کی مرضی اور اس کی مصلحت شامل ہوتی ہے' اس کی اجازت اور مرضی کے بغیر کچھ نہیں ہوتا' کائنات کے ہر حرکت و سکون میں اس کی تقدیر و تدبیر کا دخل ہوتا ہے۔

"ما أصاب من مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب" (الحدید/۲۲)

ترجمہ: ''کوئی آفت نہیں پڑتی ملک میں اور نہ تمہاری جانوں میں جو لکھی نہ ہو ایک کتاب میں''

ما أصاب من مصیبۃ الا باذن اللہ" (التغابن/۱۱)

ترجمہ: '' نہیں پہنچتی کوئی تکلیف بدون حکم اللہ کے''

یہ اس لئے کہ خدائے قدیر کا ہر فعل حکمت پر مبنی ہوتا ہے' وہ جو کچھ کرتا ہے وہ بھی مبنی بر حکمت ہوتا ہے اور جو کچھ نہیں کرتا وہ بھی حکمت ہی کی وجہ سے نہیں کرتا' لیکن ساتھ ہی اس کے افعال' اس سنت اور قانون عام کے دائرے سے باہر نہیں ہوتے' جو اس نے اپنی کائنات کے چلانے' نیکی کے استحکام اور بدی کے مٹانے اور تہذیبی نشیب و فراز اور انسانوں کو انسانوں کے ذریعے دبانے کے لئے' روزِ اول سے مقرر کر رکھا ہے۔

لہذا' امت کی مصیبت' اسی مستحکم' ناقابل تبدیل اور لازوال قانون الٰہی اور اصول ربانی کا نتیجہ ہوتی ہے'

جس کی خلاف ورزی کی امت کسی نہ کسی طور پر مرتکب ہو چکی ہوتی ہے اور ان شرطوں کو پورا کرنے میں کوتاہ عملی دکھا چکی ہوتی ہے' جن کے ذریعے مصیبتوں سے بچا جا سکتا تھا' بحرانوں سے نجات مل سکتی تھی' فتح مندی و کامرانی اور شادکامی اس کے قدم چوم سکتی تھی اور ''انتہائی سربلند رہنے'' کا تاجِ افتخار اس کے سر پر سج سکتا تھا: وانتم الاعلون ان کنتم مومنین (آل عمران/۱۳۹) ترجمہ: ''اور تم ہی غالب رہو گے' اگر تم ایمان رکھتے ہو''

انتہائی سربلندی کو ایمان کی شرط کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے ایمان کا مطلب یہ ہے کہ زبان سے اللہ کی وحدانیت اور رسول کی رسالت کے اقرار کے ساتھ ساتھ' رسول کے ذریعے معلوم شدہ احکام الٰہی اور ان کے تمام تقاضوں کی مکمل پابندی کی جائے' جو اللہ کے دین کی سربلندی اور باطل کی پسپائی اور زیردستی کے لئے' لابدی شرط کی حیثیت رکھتے ہیں' لہٰذا محض ''قولی ایمان'' (جب کہ اس وقت کے ہم مسلمانوں کا یہ ''قولی ایمان'' بھی حد درجہ مخدوش ہے) جو شرطوں اور تقاضوں کو پورا کرنے والے ''ایمان عملی'' سے عاری ہو' حق و باطل کی کش مکش اور ایمان و فکر کے معرکے میں انتہائی سربلندی اور فیصلہ کن حیثیت سے کیونکر ہمکنار کر سکتا ہے؟!

اگر یہ سچ ہے کہ حقیقت پر مجاز' اور شے پر اس کی تصویر کو فوقیت نہیں مل سکتی' تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ہم نام کے موجودہ مسلمانوں کی شکل میں پایا جانے والا ''ظاہری اسلام'' یا ''اسلام کی تصویر'' وہ نتیجہ برآمد کرے جو وہ حقیقی اور سچا اسلام پیدا کرتا رہا ہے اور کرتا رہے گا' جو اللہ کے ان سچے ایمان دار بندوں میں جلوہ گر رہا ہے۔ جو اس ''جھوٹی جماعت'' کی حیثیت رکھتے رہے ہیں جو اللہ کے حکم سے ''بڑی جماعت'' پر فتح پاتی رہی ہے:

"کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ (التوبہ/۲۴۹)

ترجمہ: ''بارہا تھوڑی جماعت غالب ہوتی ہے بڑی جماعت پر' اللہ کے حکم سے''

معاصر تاریخ میں لڑی جانے والی اکثر جنگوں میں' جن میں مسلمانوں کو ہزیمت کا سامنا رہا' اسلام اصل فریق یا اصل جنگ جو اور اصل محاذ آرا و مدّ مقابل کی حیثیت میں نہیں تھا۔ اسلام اپنی پوری تاریخ میں کسی جنگ میں ناکام و نامراد نہیں رہا' خواہ وقتی طور پر ہزیمت کی شکل پیدا ہوئی ہو' جس کا مقصد مسلمانوں کی تادیب تھی' چنانچہ انہوں نے فوراً ماضی سے سبق لیا' غلطیوں کی تصحیح کی اور ''مکمل اور فیصلہ کن فتح'' کی راہ میں حائل کوتاہیوں سے باز آنے کا فیصلہ کیا۔

بہرکیف معاصر جنگوں میں حقیقی اسلام کو' اس کا کردار ادا کرنے کا موقع ہرگز نہیں دیا گیا' وہ اسلام جو اس جماعت کا شیوہ رہا ہے' جس کے متعلق ارشادِ ربانی ہے:

الذین قال لھم الناس قد جمعوا لکم فاخشوھم فزادھم ایماناً وقالو حسبنا اللہ و نعم الوکیل" (آل عمران۔۱۷۳)

ترجمہ: ''جن کو کہا لوگوں نے کہ مکے والے آدمیوں نے جمع کیا ہے سامان تمہارے مقابلے کو' سو تم ان سے ڈرو' تو اور زیادہ ہوا ان کا ایمان اور بولے کافی ہے ہم کو اللہ اور کیا خوب کارساز ہے۔''

لیکن ہوا یہ کہ جب بھی ان معاصر جنگوں میں ہزیمت کا منہ دیکھنا پڑا' تو حقیقت ناآشنا' سیدھے سادھے عوام کو یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی کہ نعوذ باللہ اسلام کو کفر سے شکست ہوگئی اور باطل نے حق کو پسپا کر دیا!۔

حالانکہ اللہ کا سچا دین اور اس کا آخری و جاودان پیغام: اسلام نہ تو کبھی پسپا ہوا ہے اور نہ آئندہ کبھی ہوگا' کیونکہ جیسا کہ عرض کیا گیا۔ اللہ پاک نے ازخود اس کی بقاء حفاظت و تسلسل اور غلبے اور طاقت کی ضمانت دی ہے اور اللہ سے زیادہ سچا کون ہے؟ مذکورہ تمام جنگوں' معرکوں اور کشمکشوں میں' درحقیقت پسپائی ''غیر اسلام'' کو ہوتی رہی ہے' جس کو شکست کے بعد اور دل دوز المیہ کے پیش آنے کی صورت میں ''اسلام'' کا رنگ دے دیا گیا' وہ اسلام جس کو روئے زمین پر نہ تو اب تک کسی طاقت نے شکست دی ہے' نہ آئندہ دے سکے گی' خواہ اسکے پاس اب تک کے اور آئندہ دریافت ہونے والے سارے نئے سے نئے ہتھیار کیوں نہ ہوں' وہ اسلام جو اپنے ان فرزندوں میں جلوہ گر ہوتا ہے جو ہر حال میں' ہر موسم میں اور ہر کٹھن وقت میں' اسکے تقاضوں' اسکے اصول' اس کے احکام و قوانین پر کاربند رہتے ہیں۔

یہاں ماضی قریب کا ایک وقعہ یاد آرہا ہے' جس کا تذکرہ عبرت سے خالی نہیں:

۱۶/ دسمبر ۱۹۷۱ء کی شام کو ۴ بج کے ۵۱/ منٹ پر مشرقی پاکستان کے جے او سی انچیف جنرل ''اے کے نیازی'' نے اپنی (۹۱۰۰۰) فوج کے ساتھ ہندوستانی فوج کی مشرقی کمان کے جی او سی انچیف جنرل ''جگجیت سنگھ اروڑا'' کے سامنے جب ہتھیار ڈالے' جس کے نتیجے میں مشرقی پاکستان' مغربی پاکستان سے علیحدہ ہو کے ''بنگلہ دیش'' کے نام سے ایک دوسرا ملک بن گیا' تو اسوقت سارے لوگوں' خصوصاً ان پڑھ ہندوؤں کی زبان پر یہ لفظ عام ہو گیا تھا کہ اسلام' کفر یعنی ہندو مذہب سے شکست کھا گیا۔ میں اس وقت اپنی عمر کی دوسری دہائی کے آخر میں ۱۷۔۱۸ سال کا لڑکا تھا' میں دہلی میں تھا' مجھے وہ دن اچھی طرح یاد ہیں۔ ۱۷/ دسمبر کی صبح مسلمانوں کے لئے انتہائی غم انگیز اور المناک بن کر طلوع ہوئی' بسوں' ریل گاڑیوں' عوام کے جماؤ کی عام جگہوں میں مسلمانوں کا چلنا پھرنا مشکل ہو گیا' برادران وطن کے ناسمجھ افراد' ان کو منہ چڑاتے کہ کہاں گیا تمہارا ''رحمٰن'' جو ہمارے ''رام'' سے شکست کھا گیا۔ اس وقت کی جن سنگھ پارٹی اور اس کی شاخوں کی حیثیت رکھنے والی تنظیمیں' دہلی کی در و دیوار پر اشتعال انگیز اشتہارات چسپاں کرتیں' جن کا خلاصہ یہی تھا کہ اسلام' کفر سے ہار گیا۔ بہت سے صحافی اور اخبار نویس اپنے تبصروں اور مضامین میں' یہی کچھ کہتے نظر آتے تھے کہ اسلام کا خمیر شکست خوردگی و پسپائی سے اٹھا ہے' وہ کسی راؤنڈ میں جیت نہیں پاتا' کسی میدان کو فتح نہیں کر پاتا' کسی مقابلے کے وقت اپنی جیت درج نہیں کرا پاتا۔

حالانکہ ہندوستان کے تعاون سے' مشرقی پاکستان نے جو مغربی پاکستان سے جنگ کی تھی' وہ اسلام بہ نام کفر کی جنگ نہ تھی' اس میں کسی بھی طرح اسلام فریق نہیں تھا' یہ جنگ تو زبان و کلچر کی جاہلیت کے نام سے لڑی گئی تھی۔ بنگالی قوم پرست لیڈر مجیب الرحمٰن اور سیکولر مزاج جنرل یحییٰ خان میں سے کسی کو اسلام سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ کون نہیں جانتا کہ یہ جنگ اسلام کے دفاع کلمۃ اللہ کی سربلندی کیلئے نہیں لڑی گئی تھی' بلکہ اسلام کے بہت سے نمائندوں: علماء و

دعاۃ و مذہبی قائدین نے تو اس جنگ کے فریقین کو سختی سے روکا تھا' جس کے نتیجے میں کئی لاکھ انسان بھیڑ بکری کی طرح ذبح کر دیئے گئے' بنگالی قوم پرستوں اور کلچر و زبان کو معبود بنا لینے والوں کا' یہ حال تھا کہ محض اردو بولنے یا جنگ کی مخالف کی کسی میں بو محسوس کر لینے پر' اسکے گھر کو نشان زد کر کے اسکے پورے خاندان کو موت کی نیند سلا دیتے تھے۔ نہ معلوم کتنے علمائے دین' تو صرف اسلئے مار دیئے گئے کہ وہ اس جنگ کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے تھے' جبکہ وہ بنگالی ہی تھے۔

یہی حال ہر مصیبت اور ہزیمت کے وقت ہوا کہ خدا بے زار زعماء و حکام نے' اسلام کو معزول کر کے اپنی انا کی تسکین کے لئے' یا اپنی بھیانک غلطیوں اور تاریخی کوتاہیوں پر پردہ ڈالنے کی غرض سے' لڑائی تو لڑی اسلام کی تمام تعلیمات کو ٹھکرا کے' لیکن ہزیمت و ذلت کو اسلام کے کھاتے میں ڈال دیا اور یہ کہا کہ ''امت مسلمہ'' ہار گئی۔ حالانکہ قوم پرستوں' انقلاب پسندوں' بعثیوں' اشتراکیوں' کمیونزم کا دم بھرنے والوں یا سرمایہ داری کے مغربی وفاداروں یا امریکہ کے غلامانِ وفاکش اور استبدادی نظام کے سرکش و گردن فراز اور ہر نقصان کے وقت اسلام کی طرف منتسب ہونے والوں کے وقت اسلام سے اپنی علیحدگی کا اعلان کرنے والوں سے' اسلام بری الذمہ تھا اور رہے گا۔

یہ بات ہمیشہ پیش نظر رکھنے کی ہے کہ معاصر معرکوں میں ہزیمتوں' پسپائیوں اور ذلتوں اور رسوائیوں کی لامحدود مقدار کا' خدا اور اس کے رسول کے خلاف بنائے گئے باغیانہ' عاصیانہ اور غلط کارانہ اصول وضوابط کے علم برداروں کو ہی' منہ دیکھنا پڑا۔ حق پرست حق پر قائم' حق کا دفاع کرنے والے پابندِ وفا مذہبی اصولوں اور طریقہ ہائے کار کو کسی ذلت و ہزیمت کا سامنا نہیں ہوا۔ وہ اصول وضوابط جن پر کاربند رہنے والوں کو نہ تو کبھی کسی کی ملامت کا خدشہ رہا اور نہ کسی جابر و ظالم کے سامنے حق بات کہنے سے انہوں نے کوئی باک محسوس کیا۔ متعدد اہل قلم نے لکھا ہے کہ ۱۹۶۷ء کی اسرائیل عرب جنگ میں' جب عربوں کو دردناک ہزیمت ہوئی' جس کے نتیجے میں مسجدِ اقصیٰ کے ساتھ ساتھ اسرائیل نے مصر و شام و اردن کے بہت سے علاقوں پر قبضہ کر لیا' جن پر اب تک اس کا قبضہ برقرار ہے' تو مصر کے ایک بڑے بزرگ داعی اور مفسر قرآن شیخ محمد متولی شعراوی (متوفی ۲۲ رصفر ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۷ رجون ۱۹۹۸ء) اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوئے' شکرانے کی نماز پڑھی اور خالقِ کائنات کی بے پناہ حمد و ثنا کی' حالانکہ یہ شکست امت کے لئے خاصی حوصلہ شکن اور کمر توڑ ثابت ہوئی اور امت اس کے عواقب سے ہنوز جاں بر نہ ہو سکی ہے' اور نہ معلوم کب تک اس کا بھیانک نتائج سے مسلمانوں اور عربوں کو دوچار رہنا پڑے گا۔ شیخ سے بہت سے لوگوں نے متعجبانہ پوچھا کہ آپ نے اس شکست پر اظہارِ مسرت یا اظہار اطمینان کیوں کیا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ان کا اظہار اطمینان اور اللہ کے حضور سجدہ ریزی' اس اصول کی شکست کے حوالے سے ہے' جس کی جمال عبدالناصر (۱۹۱۸ء۔۱۹۷۰ء) اور ان کے ایسے عربی قومیت کے علم بردار کر رہے ہیں۔ ظاہر ہے یہ اصول اور یہ راہ عمل قطعی اسلام مخالف تھا۔ اگر جمال عبدالناصر کو فتح مل جاتی' تو اس کا غرور اس کو مزید بے راہ روی اور ظلم و جور پر آمادہ کرتا اور مسلمانانِ عالم عموماً اور عرب خصوصاً' اپنے دین و عقیدے کے تعلق سے بڑے فتنے کا شکار ہو جاتے۔

لہذا عراق کی شکست اور امریکہ و برطانیہ کی فتح خواہ کتنی ہی المناک کیوں نہ ہو' یہ اسلام کی شکست نہیں اور نہ ہی یہ مجموعی طور پر امت کی شکست ہے اور نہ اسلامی تاریخ کی رفتارِ مسلسل کی شکست ہے اس لئے کہ اس جنگ میں اسلام کو کوئی عمل دخل نہ تھا' وہ تو اس سے بالکلیہ علیحدہ رکھا گیا تھا' اس لئے کہ انقلاب پسند بعثی صدام حسین نے' جو اسلامی احکام سے ہمیشہ برسرپیکار اور محرکاتِ دین کا شدید مخالف رہا اور اس کے ساتھ کے لوگوں نے' کبھی اسلام کو اپنا رول ادا کرنے کا موقع ہی کب دیا تھا' صدام یا اس کے لوگ کسی بھی حیثیت سے اسلام کے نمائندے نہیں تھے کہ کہا جائے کہ امریکہ عراق جنگ میں خدانخواستہ اسلام کو پسپائی ہوئی۔

لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ امریکہ اور برطانیہ نے عراق کو جو تباہ برباد کیا' عراقیوں کا جس طرح قتل عام کیا' عراقی تہذیب و تاریخ کو جس طرح پامال کیا اور اب جس طرح وہ عراق کے زبردستی حکمران بن بیٹھے ہیں اور جس طرح پوری دنیا اور اقوام متحدہ کی مخالفت کے باوجود عراق پر حملہ کیا اور اس پر شب و روز بموں اور آتش و آہن کی بارش کی' تو ان دونوں نے ٹھیک ہی کیا' بلکہ ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ عراق کی ہزیمت سے امت کو جو چوٹ لگی ہے' دل و جگر جس طرح خون ہوئے ہیں' غم والم سے جس طرح سینہ شق ہوا جا رہا ہے' یہ شکست اسلام کا کیا دھرا نہیں اور نہ اس میں اس امت مسلمہ کا کوئی قصور ہے جو نیکی کے فروغ اور بدی کے ازالے اور اللہ و رسول کی وفاداری اور انسانوں کی بھلائی کے لئے معرضِ وجود میں لائی گئی ہے۔ یہ شکست و رسوائی بعثیوں' قومیت کے دعوے داروں اور انقلاب و ترقی کا دم بھرنے والے ان حکمرانوں اور قائدین کی دین ہے' جنہوں نے ملک اور قوم سے غداری کی اور امریکہ و برطانیہ اس کو موقع دیا کہ وہ زبردست استعماری منصوبوں کے تحت' عراق پر چڑھائی کر کے' اس کو مغلوب کر لیں اور اس سارے اسلامی خطے' وغلام بنا لینے کی راہ پیدا کر لیں۔

اس سلسلے میں بہت سے اسلام پسند قلم کاروں' مفکروں اور داعیوں نے متعدد ٹھوس شواہد کی طرف اشارہ کیا ہے' جن میں انتہائی واضح ثبوت یہ ہے کہ صدام حسین اور اس کے لوگ اچانک مشکوک طور پر غائب ہو گئے اور ملک و قوم کو امریکی و برطانوی بھیڑیوں کے حوالے کر دیا' اسی لئے امریکی افواج کی طرف سے ان کی تلاش کے حوالے سے کوئی سنجیدہ کوشش سامنے نہیں آ رہی' بلکہ پیہم اس طرح کی خبریں آ رہی ہیں (جیسا کہ اخبار ''نیویارک ٹائمز'' نے بھی کہا ہے) کہ بعض گائیڈوں کے ذریعے ٹھوس معلومات ملنے کے بعد بھی' امریکہ نے صدام کو بغداد میں گرفتار کرنے میں' کوئی دلچسپی نہیں دکھائی' بلکہ گرفتاری سے گریز کیا۔ اخبار نے مزید کہا ہے کہ متعدد عراقی افسران کی گرفتاری کو جو امریکی افسران اچھال رہے ہیں' تو یہ گرفتاری انہوں نے نہیں کی' بلکہ عراقی افسران نے ازخود اپنے کو امریکیوں کے حوالے کر دیا۔ تجزیہ نگاروں نے یہ بات بہ طور خاص نوٹ کی ہے کہ امریکہ نے صدام کا پتہ بتانے کے لئے جو انعامی رقم مخصوص کی ہے' اس کو صدام اور اس کے لوگوں کے بھیانک جرائم سے کوئی نسبت نہیں۔ نیز یہ رپورٹیں بھی کثرت سے آ رہی ہیں کہ صدام اور امریکی افواج کے مابین یہ معاملہ طے ہو گیا تھا کہ امریکی افواج صدام' اس کے اہل خانہ اور اس کے خاص لوگوں کو

زندہ بچ کے نکل جانے کی راہ دے دیں۔ اور اس کے بدلے میں وہ عراق پر قبضہ کرلیں۔

اس سلسلے میں' یہ ثبوت بھی بہت ٹھوس نظر آتا ہے کہ صدام حسین اور اس کے ساتھیوں نے امریکہ کی زبردست ٹیکنالوجی والی عسکری طاقت کو بالقصد ہیچ سمجھا' جس کی اس وقت کی دنیا میں کوئی نظیر نہیں اور عراقی عوام اور امت مسلمہ کو یہ باور کرایا کہ وہ امریکہ اور برطانیہ کو' روایتی زنگ آلود ہتھیاروں سے' بغیر کسی فضائی طاقت کے محض بڑے بڑے بول کے ذریعے اور بلند بانگ ہمالیائی دعووں کے بل بوتے پر' بالکل ہرا دیں گے اور عراق کے صحرا میں امریکیوں کو زندہ دفن کردیں گے' حالانکہ ان کے پاس کسی ایسے عمل کا اثاثہ موجود نہیں تھا' جس سے اللہ ورسول کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے' اللہ کی مدد متوجہ ہوتی ہے' اور جس سے دشمن کے زبردست سامانِ ضرب وحرب اور مومن کی استطاعت بھر تھوڑے اسبابِ دفاع میں' توازن کی کوئی شکل پیدا ہوتی ہے۔

ظاہر ہے صدام یا ان کے لوگوں نے اس سلسلے میں' جس رویے کا اظہار کیا' یہی درحقیقت ان سارے لوگوں کا رویہ ہوا کرتا ہے' جو بڑے بول کے قارون اور عقیدہ وعمل کے حوالے سے مفلس محض ہوتے ہیں' صدام کے پیش رو جمال عبدالناصر کا بھی یہی حال تھا' لیکن اس کا دعویٰ تھا کہ وہ اسرائیل کو سمندر میں غرق کردے گا اور قضاوقدر کے ہاتھ سے زبردستی فتح ونصرت کو چھین لے گا' لیکن اس کو آخرت سے پہلے دنیا کی رسوائی اور تاریخی ہزیمت کا منہ دیکھنا پڑا' جس کو اب تاریخ نے اچھی طرح ریکارڈ کرلیا ہے۔ تاکہ رہتی دنیا تک لوگوں کے لے یہ باعث عبرت ہو۔

بہرکیف دشمنون کے ذریعے عراق پر قبضہ ہر چند کہ انتہائی تکلیف دہ اور غم انگیز ہے اور یہ غم والم اس وقت تک باقی رہے گا جب تک دشمن کا ناپاک سایہ وہاں سے زائل نہیں ہوجاتا' لیکن اس جنگ میں اسلام کو ہار جانے والے کہنا' یا امت مسلمہ کو بہ حیثیت مسلمان ہونے کے تہمت دینا' بالکل غلط ہے' امت مسلمہ' اس طرح کے معرکوں میں نہ فریق تھی نہ شکست سے دوچار ہوئی۔ امتِ مسلمہ کا سورج بالکلیہ غروب ہوجائے' ایسا نہیں ہوسکتا۔ اس کا تاریخ بتاتی ہے کہ وہ زخم کھاکے پھر مسکرائی ہے' کچل جانے کے بعد پھر اٹھ کھڑی ہوئی ہے' اس کا جھنڈا اگر کبھی ذرا سا جھکتا ہوا نظر آیا' تو پھر بلندی پر پھہرانے لگا' وہ اگر پیچھے ہٹی ہے' تو مزید تازہ دم ہوکر آگے بڑھی ہے۔ وہ خدا کے آخری پیغام کی نمائندہ ہے' اس لئے اسی کی طرح جاوداں ہے۔

لہذا یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ اسلام کی بیڑی ختم ہوچکی' یا اس کے دن لد گئے' یہ امت' ہر صدمے کے بعد زیادہ طاقت ور ہوتی ہے' ہر آزمائش کے بعد مزید پر اعتماد نظر آتی ہے' ماضی سے سبق لینا اس کا شیوہ رہا ہے' حالات وواقعات کا نشیب وفراز اس کے دست وبازو کو کمزور تو کرسکتا ہے' لیکن بالکلیہ توڑ نہیں سکتا۔ اسلام محض معجزات وکرامات کے ذریعے فتح پاتا رہا ہے۔ اور فتح پاتا رہے گا' جن کے کارنامے زندہ معجزہ ہوا کرتے ہیں' جو کتاب اللہ وسنت رسول اللہ کے سانچے میں ڈھلے ہوتے ہیں' اور جن کا تسلسل کم وبیش رہتی دنیا تک باقی رہے گا' ان شاء اللہ۔